یادگارِ زمانہ شخصیات

کا

احوالِ مطالعہ

دنیائے اسلام کی 80 سے زیادہ مشہورِ زمانہ علمی شخصیات و اہلِ قلم کے مطالعہ اور علمی سفر کی دل نشین روداد، نئی نسل کے لیے مفید کتابوں کے انتخاب اور مطالعاتی زندگی کی رہنمائی پر مشتمل مدیر ماہنامہ النخیل کے سوال نامے کے جواب میں لکھی گئی ناقابلِ فراموش تحریروں کا سدابہار مجموعہ



مدیر: ابن الحسن عباسی

مکتبۃ النور دیوبند

9456422412, 9045909066

یادگارِ زمانہ شخصیات

کا

احوالِ مطالعہ

دُنیائے اِسلام کی 80 سے زیادہ مشہورِ زمانہ علمی شخصیات و اَہلِ قلم کے مُطالعہ اور علمی سفر کی دِل نشین
روداد، نئی نسل کے لیے مُفید کتابوں کے اِنتخاب اور مطالعاتی زِندگی کی رہنمائی پر مشتمل مُدیر
ماہنامہ النَّخِیل کراچی کے سوال نامہ کے جواب میں لکھی گئی ناقابلِ فراموش تحریروں کا سدابہار مجموعہ

مدیر

ابن الحسن عبّاسی

نائب مدیر

محمد بشارت نواز

ناشر

مکتبۃ النور دیوبند

یادگارِ زمانہ شخصیّات کا اَحوالِ مُطالعہ

مدیر : حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب علیہ الرحمہ

معاون مدیر : مولانا بشارت نواز صاحب

اشاعت اوّل : محرّم الحرام ۱۴۴۲ھ-ستمبر ۲۰۲۰ء

اشاعت دوم : ربیع الاوّل ۱۴۴۲ھ-نومبر ۲۰۲۰ء

اشاعت سوم : شعبان المعظم ۱۴۴۲ھ- مارچ ۲۰۲۱ء

باہتمام : شاہ عالم قاسمی، ندیم اقبال قاسمی

ISBN: ***978-81-947802-1-2***

Title: ***Yaadgar-e-Zamana Shakhsiyaat ka Ahwaal-e-Mutala***

Author's Name: ***Ibnul Hasan Abbasi***

Published by: ***Maktaba Al-Noor***

Edition : ***3rd (March 2021)***

Contact: ***+91 9456422412, 9045909066***

Email: ***m.noordbd@gmail.com***

ضروری نوٹ

کتاب کی پروف ریڈنگ میں حتی الامکان تصحیح کا اہتمام کیا گیا ہے۔تاہم بشری تقاضے کے تحت غلطی کا امکان باقی ہے،اس لیے اگر کوئی بات قابلِ اصلاح نظر آئے تو براہِ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔والسلام

میرا شوقِ مطالعہ

مولانا سید محمد ولی رحمانی☆
سجادہ نشین خانقاہ رحمانی، مونگیر، بہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم گرامی قدر۔۔۔وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
عنایت نامہ ملا، سوالنامہ بھی نظر سے گذرا، قبل بھی گرامی نامہ باصرہ نواز ہوا تھا، مگر وہ میری غیر مرتب زندگی کی نذر ہو گیا، اب یہ دوسرا کرم نامہ آیا تو شرمندگی ہوئی کہ آپ کا التفات اور میری بے التفاتی دونوں ہی معیاری ہو گئے، اب سجدہ سہو کی ایک ہی شکل ہے کہ آپ کے سوالات کے جوابات لکھدوں اور قلم جدھر چلے، چلاتا جاؤں۔

☆......ذوق مطالعہ کب بیدار ہوا؟ اس کا جواب بہت مشکل ہے، ٹھیک ویسے ہی جیسے پوچھا جائے کہ آپ نے کھانا کب اور کیسے شروع کیا؟ ہاں اگر پوچھا جائے کہ آپ نے سوچنا کب شروع کیا؟ تو تاریخ اور سنہ نہ جاننے کے

☆ **تاریخ پیدائش:** ۵ جون ۱۹۴۳ء، **آبائی وطن:** مونگیر، بہار، **مادرِعلمی:** جامعہ رحمانیہ، مونگیر و دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، **فراغت:** دارالعلوم دیوبند، **سنِ فراغت:** ۱۹۶۴ء، **تصانیف:** بیعت عہد نبویؐ میں وغیرہ، **مناصب:** آپ برصغیر کے نامور عالم دین، ممتاز شیخ طریقت اور دینی وعصری علوم کی جامع شخصیت ہیں، آپ کا تعلق خانوادہ سادات سے ہے اور آپ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ کی اولاد ہیں، آپ کے والد امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ گزشتہ صدی کے عظیم عالم اور نامور قائد تھے، آپ کے دادا حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بانی اور اپنے دور کے باکمال صاحب نسبت شخص تھے۔ مولانا محترم عالی نسب اور عالی نسبت شخصیت ہیں۔ نمایاں تعلیمی خدمات کی وجہ سے کولمبو یونیورسٹی نے آپ کو پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری دی ہے، آپ آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے جنرل سکریٹری، امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کے امیر شریعت، خانقاہ رحمانی، مونگیر کے سجادہ نشین رحمانی فاؤنڈیشن کے چیئرمین، دارالعلوم ندوۃ العلماء اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ممبر ہیں۔

باوجود ایک واقعہ سنا سکتا ہوں، یاد آتا ہے میں اسکول کی تیسری جماعت میں تھا، اس زمانہ میں یہ عمر کھیلنے، کھانے کی سمجھی جاتی تھی اور مجھے کوئی اصول یاد ہو یا نہ ہو، یہ اصول یاد تھا، اس لیے کھیلنے سے زیادہ اور کھانے سے کچھ کم دلچسپی تھی، پڑھائی لکھائی بدرجہ مجبوری ہوا کرتی تھی، ایک دن کلاس میں ہمارے ماسٹر فضل الرحمن صاحب مرحوم ومغفور نے ایک اصول سمجھایا کہ جس لفظ کے آخر میں یا (ی) ہو وہ مؤنث ہے، چھٹی کا وقت آیا۔ ماسٹر صاحب نے تمام طلبہ کو ہدایت دی ''اس قاعدہ کو سوچ کر آنا کچھ مثالیں بھی تیار رکھنا۔''

دوپہر کا وقت، بہت تیز گرمی، گرم ہوائیں چل رہی تھیں۔ میں ماسٹر صاحب کے بتائے قاعدہ پر غور کر رہا تھا، اسی ''مرحلۂ غور وفکر'' میں خیال آیا کہ بیشک مرغی تو مؤنث ہے، مگر ہاتھی، اتنا بڑا جانور، یہ مؤنث کس طرح ہوسکتا ہے؟ جوش تحقیق میں ماسٹر صاحب کی قیام گاہ پہنچا، کنڈی کھٹکھٹائی، ان کی آنکھ لگ گئی تھی، اٹھے، دروازہ کھولا اور شفقت سے پوچھا ''اس چلچلاتی دھوپ میں کیوں گھوم رہے ہو؟'' میں نے ہاتھی کے سائز کا مسئلہ ان کے سامنے رکھدیا، ان کی آواز بلند ہوئی۔ بیوقوف! کل صبح سمجھاؤں گا پہلے خود سوچو! واپس ہوگیا، راستہ ہی میں تھا کہ سوچ کا ایک اور خلاصہ سامنے آگیا میرا نام ولی اور اس کے آخر میں بھی ''ی'' ہے۔ میں کیسے مؤنث ہوسکتا ہوں؟ اس خلاصہ نے مجھے پھر ماسٹر صاحب محترم کے حجرہ تک پہنچادیا۔'' ماسٹر صاحب! یہ اصول بالکل غلط ہے۔ ہاتھی اور میں مؤنث کس طرح ہوسکتے ہیں؟'' میں سراپا سوال تھا، ماسٹر صاحب نے سمجھا بجھا کر مجھے روانہ کردیا اور چلتے چلتے کہا کہ اور سوچو!۔

میں گول یا کے چکر میں چوڑا ہو رہا تھا اور مثالیں دماغ کے پردے پر آرہی تھیں، جارہی تھیں، ماسٹر صاحب نے جو قاعدہ سنایا تھا، وہ ٹوٹتا بکھرتا جارہا تھا، مگر ماسٹر صاحب کی بات تھی، عقل اسے ابھی نکارنے کیلئے بھی تیار نہیں تھی۔

ابا جی (دادا جان حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ) کے حجرہ کی مرمت ہو رہی تھی، عصر کے بعد ابا جان (مولانا منت اللہ رحمانیؒ) کے ہمراہ اُس حجرہ میں چلا گیا، مستری چھت کی مرمت کر رہا تھا، ابا جان نے اسے مخاطب کیا ''مستری''! اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا، میں نے لب کشائی کی۔'' بالکل غلط'' ابا جان نے پوچھا'' کیا مطلب؟'' سامنے مستری کی معاون عورت کھڑی تھی، میں نے کہا: (عورت کی طرف سے اشارہ کرتے ہوئے) یہ مستری، وہ مسترا (جو چھت میں کاریگری کر رہا تھا) ابا جان نے دریافت کیا کہ یہ فرق تم نے کہاں سیکھا؟ مجھے احساس ہو چلا تھا کہ کچھ غلطی ہوگئی ہے، مگر جی کڑا کر کے میں نے کہہ دیا کہ'' ماسٹر صاحب نے بتایا ہے'' مغرب کے بعد ابا جان اور ماسٹر صاحب کی موجودگی میں میں نے اپنی'' تحقیقات انیقہ'' پیش کیں پھر ماسٹر صاحب کے قاعدہ پر اپنے اشکالات واضح کئے۔ دونوں نے سمجھایا، دونوں نے ہمت افزائی کی، میں مولوی حبیب الرحمن صاحبؒ کی خدمت میں قرآن پاک سنانے جارہا تھا اور ماسٹر صاحب کے الفاظ میرا پیچھا کر رہے تھے'' سوچو اور سوچو!''

شاید یہی وہ دن تھا، جب کسی موضوع پر سنجیدہ غور وفکر کی بنیاد پڑی، یہ اس وقت ہوا جب میں کسی کام میں سنجیدہ نہیں

تھا۔ چھوٹی سی عمر تھی کھیلنے کے دن تھے۔

☆.....مطالعہ کا شوق کم عمری سے رہا ہے، یہ میرا ایسا شوق ہے جو جنون کی سرحدوں سے جاملا تھا، یاد ہے استاد سے اردو کی دوسری (مولوی اسمٰعیل میرٹھیؒ) پڑھ رہا تھا، اسی دوران اردو کی تیسری اور چوتھی پڑھ ڈالی اور جب ذرا اعتماد پیدا ہوگیا تو استاد کی خدمت میں دونوں کتابوں کے ساتھ حاضر ہوگیا اور خوش خوش بتایا کہ میں نے یہ دونوں کتابیں پڑھ لی ہیں۔ امتحان لے لیجئے، انہوں نے کئی جگہوں سے پڑھوایا، شاباشی دی اور تینوں کتابیں تیز تیز پڑھا کر مکمل کرادیں۔

مطالعہ کے سلسلہ میں یہ پہلا واقعہ ہے، جو یاد آرہا ہے، انہی دنوں کی بات ہے اباجان نے "غنچہ" (بجنور) جاری کرادیا، یہ ہفت روزہ تھا، بجنور سے نکلتا تھا اور سہ روزہ "مدینہ" بجنور کے ادارہ سے شائع ہوتا تھا، اس کے ذریعہ ہر ہفتہ قصے کہانیاں چٹکلے، لطیفے کے ساتھ صالحین کے واقعات بچوں کے لائق نظمیں پڑھا کرتا تھا، پھر بعد میں میری رسائی "کھلونا" (دہلی) اور "پیام تعلیم" (مکتبہ جامعہ دہلی) تک ہوگئی، ان دونوں کا معیار کچھ بلند تھا، اباجان بچوں کیلئے تیار کئے گئے انبیاء کرام اور صلحاء عظام سے متعلق چھوٹے چھوٹے رسالے منگواتے رہتے اور وہ ہم لوگوں کو مطالعہ کیلئے دیتے رہتے، اس طرح درجہ میں پڑھائی جانیوالی کتابوں کے سوا دوسری کتابوں کے مطالعہ کا مزاج بنتا گیا۔

اسکول کی پانچویں جماعت کا امتحان ہوگیا، انہی دنوں حکومت بہار نے پانچویں جماعت کے طلبہ کا مقابلاتی امتحان کرایا، یہ پورے صوبہ میں ہوا۔ ہر ایک پرائمری اسکول سے پانچویں جماعت کے ممتاز طلبہ اس میں شریک ہوئے، میں بھی ان میں ایک تھا، اللہ نے مجھے بڑی کامیابی دی، میں پورے صوبہ میں نمبر ایک پر رہا، پھر میں نے اپنے ارادہ اور شوق سے مدرسہ کی راہ چنی اور خانقاہ رحمانی میں چلنے والے مشہور تعلیمی ادارہ جامعہ رحمانی میں داخل ہوگیا اور مجھے اردو کے درجہ ششم میں جگہ ملی، اس درجہ میں اردو تحریر کا بھی ایک گھنٹہ تھا، جس میں خوش خطی کی مشق بھی ہوتی اور مضمون نویسی بھی سکھائی جاتی تھی، ہم لوگوں کو "جنگ اور اس کے نقصانات" پر لکھنے کو کہا گیا، میں نے غور وفکر کیا۔ پھر اباجان اور کئی اساتذہ سے مشورہ کیا، کتب خانہ سے کتابیں لیں، بڑی بڑی جنگوں کے نقصانات نوٹ کئے، گیارہ بارہ صفحات کا مضمون تیار کردیا۔ جنگوں کے نقصانات پر غور کرتے کرتے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ جنگیں ہوس ملک گیری کیلئے ہوئیں، پھر عہدِ نبویؐ اور عہد صحابہ کی جنگوں کی تفصیلات نکالیں اور اپنے مضمون میں یہ دکھایا کہ ان اسلامی جنگوں کا متعین اور واضح مقصد تھا، یہ عوام کی ہدایت، عدل وانصاف کے قیام، بہتر حکمرانی کا نمونہ پیش کرنا اور اللہ کی زمین کو اللہ کی عبادت کیلئے پاک کرنے کی غرض سے کی گئی تھیں اور ان میں اتنے کم نقصانات ہوئے، دونوں قسم کی جنگوں کے نقصانات کا تقابلی مقابلہ بھی کیا تھا، اُس عمر میں اسی سوچ کے ساتھ مضمون لکھا تھا، میں اب نہیں کہہ سکتا کہ جن خیالات کو اس مضمون میں سمونا چاہا تھا، اس میں کتنی کامیابی ملی، اتنا یاد ہے کہ استاد نے غلطیوں پر لال قلم چلایا اور آخر میں لکھدیا "بے مقصد عنوان بامقصد ہوگیا" میرے لئے یہ بڑی شاباشی تھی۔

سوچ سمجھ کر مطالعہ کر کے لکھنے کی یہ پہلی با قاعدہ کوشش تھی، جس نے ذوق مطالعہ کو بڑھایا، غور وفکر کی صلاحیت کو جلا بخشی، سوچ سمجھ کر نتیجہ تک پہنچنے کی حوصلہ افزائی کی، لکھنے کے ذوق کو ابھارا، اور بامقصد کاموں کو آگے بڑھانے کی ہمت بڑھائی۔

طالب علمی کی اس مضمون نگاری تک قصہ کہانی، لطیفے چٹکلے، بزرگوں اور مجاہدین کے واقعات پڑھا کرتا تھا، اب ذرا سنجیدہ مطالعہ کی طرف ذہن گیا اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ پر علامہ مناظر احسن گیلانیؒ کی کتاب پڑھی، اُس عمر میں حضرت شاہ صاحبؒ کو تو خیر کیا سمجھتا، مگر ایسا لگتا ہے کہ نام کی جزوی مماثلت کی وجہ سے میں نے وہ کتاب پسند کی اور پڑھ ڈالی، پھر آہستہ آہستہ مطالعہ کا ذوق بڑھتا گیا۔

میں **نورالایضاح، هداية النحو** وغیرہ پڑھ رہا تھا، میرے بڑے شفیق استاد مولانا شیخ محمد صاحبؒ نے میری ہمت افزائی کی اور ہدایت دی کہ علامہ ابن خلکان کی کتاب **"وفيات الاعيان انباء وانباء الزمان"** میں جتنے نحویوں کا تذکرہ ہے، ان کا ترجمہ کروں، کوئی سال بھر میں یہ کام پورا ہوا، ترجمہ کا کام جیسے جیسے ہوتا گیا میں استاد محترم سے اصلاح لیتا رہا، اس کام کے نتیجہ میں مجھے عربی عبارتوں اور کتابوں سے مناسبت بڑھتی گئی اور مولانا شیخ محمد صاحبؒ حضرت مولانا عبدالصمد صاحب رحمانیؒ کے مشورہ سے عربی کتابوں کا بھی مطالعہ کرنے لگا۔

جامعہ رحمانی مونگیر میں **هدايه** تک پڑھنے کے بعد مجھے دارالعلوم ندوۃ العلماء بھیجا گیا، ایک سال ندوہ کی فضا میں گذرا، حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ نے روانگی کے وقت مجھے سمجھایا تھا کہ ؎

تمتع زہر گوشہ یافتم　　　ز ہر خرمنے خوشہ یافتم

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اچھے دن گذرے، اُس زمانہ میں دارالعلوم میں دوسو سے کم طلبہ ہوا کرتے تھے، اکثر و بیشتر طالب علم مہذب تھے، بولنے کی زبان اچھی تھی، جس کا مجھ پر خوشگوار اثر پڑا، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں دو اساتذہ سے باقاعدہ فائدہ اٹھاتا تھا، مولانا محمد اویس نگرامیؒ اور مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی (**اطال الله عمره بالصحة والسلامة**) کسی خاص درجہ کا پابند نہیں تھا، بس دونوں بزرگوں سے استفادہ کی راہ بنالی تھی۔

دارالعلوم ندوہ میں عربی اور اردو کتابوں کے مطالعہ کا زیادہ موقع مل جاتا تھا، ایک سال کے وقفہ میں جتنی کتابیں مطالعہ میں آئیں، ان میں **"حجة الله البالغه"** اور **"مذہب وعقلیات"** (مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ) سے بہت زیادہ متأثر ہوا، **حجة الله البالغه** کے مطالعہ میں مولانا محمد اویس صاحب نگرامیؒ کے علم کی زکوٰۃ وصولتا تھا اور ایک زمانہ تک **مذہب وعقلیات** کو علم کلام کی **کافیه** کہتا رہا ہوں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ایک سال گذرا پھر دارالعلوم دیوبند پہنچا، جہاں دو سال باقاعدہ درجوں میں شریک ہوتا رہا، تقریباً ساڑھے تین سال دیوبند میں رہا، عربی اردو ادب کے علاوہ حدیث اور فقہ کی کتابوں کو دیکھتا اور پڑھتا رہا۔

دارالعلوم دیوبند میں سب سے زیادہ علامہ محمد ابراہیم صاحبؒ سے متأثر رہا، وہ حکمت شریعت اور حدیثوں کے درمیان تطبیق میں بڑی دسترس رکھتے تھے اور غیر معمولی صلاحیت کے مالک تھے، کئی عربی، فارسی اور اردو کی کتابیں، ان کے مشورہ سے پڑھیں، حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحبؒ شیخ الحدیث اور حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ بھی بڑی قیمتی شخصیت کے مالک تھے، دوسرے اساتذہ کرام کے علاوہ ان دو بزرگوں کا بھی مجھ پر بڑا احسان ہے، حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ سے سنن ابی داؤد پڑھتا تھا، ان کے مشورہ سے "المنهل العذب المورود" کا مطالعہ کیا جس سے حدیث کی کتابوں کے مطالعہ کا ذوق تیز ہوگیا، انہی کے مشورہ سے میں نے رجال ابی داؤد پر قیام دیوبند کے زمانہ میں تحقیق کی اور تقریباً دو تہائی حصہ پر کام ہوا۔ اسی زمانہ سے میں نے مطالعہ کا بھرپور اہتمام کیا اور برسہابرس تک مطالعہ میری زندگی کا بنیادی حصہ بنا رہا، مجھ میں اگر لالچ ہے تو صرف اور صرف کتابوں کیلئے۔

☆......میری سب سے زیادہ پسندیدہ کتاب قرآن حکیم ہے، اردو میں میرے پسندیدہ لکھنے والے ہیں، علامہ مناظر احسن گیلانیؒ، رشید احمد صدیقیؒ، مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، شورش کاشمیری، ماہر القادریؒ یہ بھی سچائی ہے کہ علامہ شبلی نعمانیؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اردو کو تحقیق و تصنیف کا آہنگ عطا کیا۔ شاعروں میں مجھے داغ دہلوی، ریاض، فانی بدایونی، بہادر شاہ ظفر، اصغر گونڈوی اور جگر مرادآبادی کی زبان اور انداز بیان زیادہ پسند ہے، میں شاعری میں تعقید اور فلسفہ نگاری کو پسند نہیں کرتا، اکبرالہ آبادی سے بھی متأثر ہوں۔

اردو زبان و ادب کے لحاظ سے میں نے مولانا عبدالماجد دریابادیؒ، رشید احمد صدیقیؒ اور ماہر القادریؒ کی تحریروں سے بہت کچھ سیکھا ہے، فکر و نظر کے لحاظ سے اردو کی جس کتاب نے مجھ پر بڑا احسان کیا، وہ ہے ترجمہ قرآن (از حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ) مع حاشیہ، اس کے سوا لامذہبی دور کا علمی اور تاریخی پس منظر، (مولانا تقی امینیؒ) اور ''کتابیں جنہوں نے دنیا بدل ڈالی'' (مترجم مولانا غلام رسول مہر) نے میرے لئے غور و فکر کی نئی راہیں کھولیں۔

☆......جب موقعہ ملا، مطالعہ میں منہمک ہوگیا، وقت کی کوئی پابندی نہیں، مگر عشاء کے بعد دیر رات تک پڑھنے کا عادی رہا ہوں، مطالعہ کی رفتار بحمدللہ اچھی خاصی تیز ہے، پڑھی ہوئی چیزیں یاد رہتی ہیں، سفر میں دو تین کتابیں ساتھ رہا کرتی ہیں اور رات کو بستر پر پندرہ بیس صفحات اب بھی پڑھ لیا کرتا ہوں، ٹرین اور ہوائی جہاز پر پڑھتا ہوں، کار میں پڑھنا اب مشکل ہے۔

☆......مطالعہ کے دوران کچھ خاص سطروں پر نشان لگاتا ہوں، حاشیہ بھی چڑھا دیتا ہوں، کوئی خاص بات دماغ میں آگئی، جو ان سطروں سے متعلق ہے تو صفحہ کے کنارے لکھ دیتا ہوں، ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی مناسب شعر ذہن میں کوند گیا تو اسے بھی جڑ دیا، یہ بھی ہوتا ہے کہ کتاب میں کوئی اہم بات نظر آگئی، تو اسکا اشارہ کتاب کے بالکل ابتدائی صفحہ پر لکھ دیا یا کتاب کے خاتمہ کے بعد جو خالی صفحہ ہوتا ہے، اس پر لکھ دیتا ہوں۔

یہ بات ۱۹۶۷ء ۱۹۶۸ء کی ہوگی، میں نے چند مہینے کتاب کی اہم باتوں کو نوٹس کی شکل میں لکھنا شروع کیا، تھوڑے ہی دنوں بعد یہ خیال زور پکڑتا گیا کہ رب کریم نے حافظہ کی دولت سے نوازا ہے اگر اسکا استعمال نہیں کیا گیا تو یہ نعمت زنگ آلود ہوجائیگی، یہ بات دل ودماغ میں ایسی جمی کہ خلاصہ نگاری سے بالکل علیحدہ ہوگیا۔

جب مطالعہ کرلیتا ہوں، چاہے وہ ایک گھنٹہ کے وقفہ میں ہو یا چار گھنٹے کے دورانیہ میں، گھنٹوں بعد اگلے مطالعہ سے پہلے، پچھلے مطالعہ پر حافظہ کی مدد سے نظر ثانی ضرور کرتا ہوں اور اس کے مختلف پہلوؤں کو سوچتا ہوں، اس سے دو فائدے ہوتے ہیں، ایک تو یہ کہ وہ بات میرے حافظہ کا سرمایہ بن جاتی ہے، دوسرے نئی نئی باتیں سامنے آتی ہیں، بعض دفعہ غیر معمولی نکتوں کی طرف ذہن جاتا ہے۔

جامعہ رحمانی میں پڑھانے کے زمانہ میں معمول تھا کہ درسی کتابوں، اس کا حاشیہ، اسکی شروح کو پڑھ جاتا تھا، دو چار دن بعد جب اُس سبق کو پڑھانے کا دن آتا، اپنے مطالعہ پر غور کرتا، طلبہ کو سمجھانے کیلئے مضمون ذہن میں مرتب کرتا، پھر درسگاہ جاتا تھا۔ اس کا فائدہ آج بھی یہ محسوس کرتا ہوں کہ تفسیر وحدیث، فقہ، کلام، بلاغت، بیان، نحو وصرف کی بہت ساری بحثیں اللہ کے کرم سے تازہ ہیں اور یہ بھی ہوتا ہے کہ زندگی کے آخری پڑاؤ پر کثرت سے الشیئی بالشیئی یذکر۔

☆...... نئے لکھنے والوں کو ایسی شخصیت کا انتخاب کرنا چاہئے، جن کا انداز نگارش، اسلوب اور کسی چیز کو پیش کرنے کی ترتیب پسند ہو، ان کی کتابوں اور مضامین کو بار بار پڑھا کریں، دو تین ہفتوں کا وقفہ دے کر ایک کتاب بار بار پڑھی جائے، اس طریقہ سے حسن نگارش اور حسن اسلوب نئے لکھنے والوں کے اندر اتر جائے گا، وہ ان کا سرمایہ بن جائے گا اور قلم کے لانبے سفر کے بعد وہ بھی صاحب اسلوب بن سکتے ہیں۔

جس مضمون جس موضوع سے طبعی مناسبت ہو، پہلے اسکا مطالعہ کرنا چاہئے، اس خاص موضوع پر کتابوں تک رسائی کیلئے تجربہ کاروں اور آشنائے راہ سے مشورہ کرنا مناسب ہے، میرے تجربہ کے لحاظ سے سب سے پہلے زبان کا خوب مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ نئے لکھنے والوں کی تحریر رواں، سبک اور بااثر ہو، اس کے بعد موضوعات پر کتابیں پڑھنی چاہئیں، انسان کا جسم تو ضروری ہے ہی، مگر لباس سے شخصیت نکھرتی اور دیدہ زیب معلوم ہوتی ہے!

۲۰/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ
۱۶/جنوری ۲۰۲۰ء
جمعرات
نزیل: دہلی

محمد ولی رحمانی
امیر شریعت بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ
جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ
سجادہ نشین خانقاہ رحمانی، مونگیر (بہار)

☆......☆......☆